

## برصغیر میں 'مفید' علم کے فروغ کا سرنامہ کلکتہ اسکول - بک سوسائٹی (۱۸۱۷ء): محرکات قیام و اثرات

ساجد صدیق نظامی\*

برصغیر میں یورپی طاقتوں کی آمد کے اولین سراغ پندرہویں صدی کے اواخر اور سولہویں صدی عیسوی کے آغاز سے ملنا شروع ہوتے ہیں۔ یہ آمد و رفت پہلے پہل تجارتی مقاصد کی خاطر زیادہ تھی۔ اس آمد و رفت کا آغاز پرنگال سے ہوا۔ بعد ازاں فرانس، نیدرلینڈز، آسٹریا، سویڈن، ڈنمارک اور برطانیہ نے یکے بعد دیگرے اپنی تجارتی سرگرمیوں کا ڈول ڈالا۔ کچھ ہی عرصے میں یہ سرگرمیاں رفتہ رفتہ غاصبانہ رخ اختیار کرنا شروع ہو گئیں۔ اسی عمل کی توسیع کا پہلا سنگ نشان، شاہ پرنگال کی جانب سے فرانسکوڈی الہیڈا کا ۱۵۰۵ء میں وائسرائے مقرر ہونا تھا۔ ۱۵۱۰ء میں جنوبی ہند کے ساحلی شہر گوا (Goa) پر پرتگالی قبضہ مستحکم ہو چکا تھا۔ آنے والی دہائیوں میں یہ سلسلہ دراز ہوتا گیا اور متعدد یورپی طاقتوں نے برصغیر کے مختلف علاقوں میں اپنی نوآبادیات قائم کر لیں۔ گو کہ ان کا حجم کوئی بہت زیادہ نہیں تھا لیکن ان کے اثرات دیرپا ضرور تھے۔ ان متعدد یورپی نوآبادکاروں میں مختلف النوع اسباب کی بنا پر رفتہ رفتہ برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی سب سے نمایاں طاقت بنا شروع ہوئی۔ اسی تسلسل میں اٹھارہویں صدی کی چھٹی اور ساتویں دہائی میں برپا ہونے والے سلسلہ وار واقعات کے نتیجے میں برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی، برصغیر کی نمایاں ترین سیاسی قوت کے طور پر سامنے آچکی تھی۔

ابتداء میں بہت عرصے تک برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی کی ترجیحات میں تعلیم کا پھیلاؤ بالکل شامل نہیں تھا۔ ۱۶۹۸ء میں پہلی مرتبہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے چارٹر ایکٹ میں چھانڈنیوں میں پادریوں اور اسکولوں کے انتظام کی جانب توجہ دی گئی اور یہ بند و بست صرف یورپین بچوں کے لیے تھی۔ ۱۷۵۷ء کے بعد جب کمپنی کو پہلی مرتبہ اپنے سیاسی طور پر فیصلہ کن عنصر ہونے کا احساس ہونا شروع ہوا اور اس کا دائرہ کار متنوع سمتوں میں بتدریج بڑھنا شروع ہوا تو کمپنی کے کارپردازان نے اشاعتِ تعلیم کی جانب بھی سوچ بچار شروع کی۔ ۱۷۷۳ء میں وارن ہسٹنگز (Warren

\* اسٹنٹ پروفیسر، ادارہ زبان و ادبیات اردو، اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔

برصغیر میں 'مفید' علم کے فروغ کا سرنامہ۔۔۔

ساجد صدیقی نظامی

(Hastings)، پریزیڈنسی آف فورٹ ولیم کے پہلے گورنر جنرل مقرر ہوئے تو انھوں نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے مقبوضات میں تعلیمی سرگرمیوں کے آغاز پر غور کرنا شروع کیا۔ اس وقت کی سیاسی مصلحتوں کے سبب انھوں نے ہندوستان میں رائج روایتی نظام تعلیم ہی کی سرپرستی کرنے کا سوچا۔ اس روایتی نظام تعلیم میں عربی و فارسی مدارس اور سنسکرت پاٹھ شالائیں بنیادی حیثیت رکھتی تھیں۔ بنگال کے روایتی نظام تعلیم میں 'ڈگرو' اور 'اخوند' ہوتے تھے۔ بہار میں 'اخوند' کے لیے 'میاں جی' کا لقب استعمال کیا جاتا تھا۔ مدارس کا باقاعدہ نظام موجود نہیں تھا۔ اکثر جگہوں پر مرثہ الحال گھرانے آپس میں مشورہ کر کے بچوں کی تعلیم کے لیے 'ڈگرو' یا 'اخوند' کی خدمات مستعار لے لیا کرتے تھے۔<sup>۲</sup>

اس روایتی تعلیمی نظام کی سرپرستی و فروغ کی اسی پالیسی کا نتیجہ تھا کہ کمپنی نے پہلے ۱۷۸۰ء میں کلکتہ (کولکاتا) میں مدرسہ عالیہ اور پھر ۱۷۹۱ء میں بنارس (وارانسی) میں سنسکرت کالج کی بنیاد رکھی گئی۔ ان اداروں کا قیام بالترتیب وارن ہسٹنگز اور جونا تھن ڈنکن (Jonathan Duncan) کی سرپرستی کے سبب تھا۔<sup>۳</sup> مگر ان اداروں کے قیام سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہیے کہ کمپنی کی انتظامیہ مشرقی علوم کی ترویج کے لیے سنجیدہ تھی۔ یہ تعلیمی سے زیادہ انتظامی مصلحت کا اظہار تھا جس کی بنیاد پر امپیریل مفادات کو محفوظ بنایا جانا تھا۔<sup>۴</sup>

جب کہ دوسری جانب کمپنی کی انتظامیہ میں ایسے افراد بھی موجود تھے جو تعلیمی پالیسی کے مشرقی مکتب فکر کے مخالف تھے۔ ان کا خیال تھا کہ کمپنی کے مقبوضات میں مسیحی مبلغین کی سرگرمیوں اور انگریزی تعلیم کا فروغ ہونا چاہیے۔ ولیم ولبر فورس (William Wilber Force) بھی ایک ایسے ہی نمایاں شخص تھے جنھوں نے ۱۷۹۲ء میں برطانوی پارلیمان میں تجویز پیش کی کہ انگلستان سے اسکول اساتذہ اور مبلغین ہندوستان بھیجے جائیں تاکہ 'Advancement of Useful Knowledge' پر کام کیا جاسکے۔<sup>۵</sup>

اگرچہ یہ قرارداد مسترد کر دی گئی لیکن اس واقعے سے یہ ضرور معلوم ہو گیا کہ نو آباد کاروں میں کچھ حلقے ضرور ایسے موجود ہیں جو برصغیر میں 'مفید اور نئی تعلیم' کا پھیلاؤ چاہتے ہیں۔ اس ضمن میں پیشتر انتظامی اہل کار سیاسی پیچیدگیوں سے بچنے کے لیے ایسی تجاویز اور سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی نہیں کرتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ مبلغین اور تبدیلی مذہب کے کارکنان کو کوئی مالی مدد نہیں ملنی چاہیے اور نہ ہی مغربی علوم کی تعلیم میں کوئی عجلت کرنی چاہیے۔<sup>۶</sup>

بڑے صغیر میں 'مفید' علم کے فروغ کا سرنامہ۔۔۔

ساجد صدیق نظامی

انیسویں صدی کے آغاز تک بلکہ اس صدی کے دوسرے دہے کے آغاز تک بھی یہ سہ جہتی کشمکش مختلف شکلوں میں جاری تھی۔ اس کشمکش کی پہلی جہت یہ تھی کہ آیا تعلیم کی اشاعت کمپنی کی ذمہ داری ہے یا نہیں؟ دوسری جہت یہ تھی کہ کمپنی اگر اشاعتِ تعلیم کی ذمہ داری قبول کرے تو اس کی صورت کیا ہو؟ اور اس بحث کا تیسرا رخ یہ تھا کہ مسیحی مبلغین کو اپنی سرگرمیوں میں کس قدر آزادی دی جانی چاہیے؟

مسیحی مبلغین کی مذہبی سرگرمیوں میں ایک نمایاں حصہ تعلیمی سرگرمیوں کا بھی تھا۔ مبلغین کی دعوتی سرگرمیاں مسلسل جاری رہتی تھیں اور اس فریضے کی ادائیگی میں انھیں مختلف یورپی طاقتوں کی باہمی سیاسی آویزش کی بھی عموماً پروا نہیں ہو کرتی تھی۔ ان مبلغین کے خیال میں تعلیم، مسیحی مذہب کے پھیلاؤ ایک نہایت کارآمد ذریعہ ثابت ہو سکتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اٹھارھویں صدی کے نصف ثانی میں جب ان مبلغین کی سرگرمیاں بنگال میں خصوصاً، جڑ پکڑنے لگیں تو مختلف نوعیتوں اور حجم کے نجی تعلیمی ادارے بھی وجود میں آنے شروع ہو گئے اور نئے تعلیمی نظام کو متعارف کروانے کی غیر سرکاری سرگرمیاں جاری ہوئیں۔ یہ مبلغین مختلف تعلیمی ادارے بھی قائم کرتے تھے اور وہاں پڑھائے جانے والے نصابات بھی خود تیار کرتے تھے۔

یہی وجہ تھی کہ انیسویں صدی کے بالکل آغاز میں ولیم وارڈ (William Ward) اور ولیم کیری (William Carey) نے جب ایسٹ انڈیا کمپنی کے مفتوحہ و مقبوضہ علاقوں میں میٹسٹ مشن پریس (Baptist Mission Press) کی بنیاد رکھنا چاہی تو انھیں اس امر کی اجازت نہ ملی۔ اس باعث انھوں نے اس ادارے کے قیام کے لیے سیرام پور کو منتخب کیا جو کلکتہ سے زیادہ دور نہیں تھا اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے تسلط سے آزاد، ڈنمارک کی ایک نو آبادی تھا۔ یہاں یکم جون ۱۸۰۰ء کو Vernacular School for Native Youth قائم کیا گیا۔<sup>۴</sup>

مسیحی مبلغین پہلے پہل تو محض بائبل کی تعلیم دینا ہی کافی سمجھتے تھے لیکن بدلتے حالات کے سبب ان کی سوچ میں وسعت پیدا ہونے لگی تھی اور مبلغین نے خیال کیا کہ نئے مدارس کے لیے مذہبی بنیادوں پر نصابی کتب بھی ترتیب دی جائیں۔ پرنا سین گپتانے ایسے اداروں کی فہرست دی ہے جو بنگال میں تبلیغی مقاصد کی خاطر مذہبی کتب و رسائل کی اشاعت و طباعت کا کام کر رہے تھے۔<sup>۵</sup>

مسیحی مبلغین، تعلیمی سرگرمیوں پر اس قدر کیوں اصرار کرتے تھے؟ اس کی ایک نہایت واضح حکمتِ عملی ان کے پیش نظر تھی۔ مقامی افراد جب دیکھتے تھے کہ مبلغین کے تعلیمی اداروں میں پڑھنے والے طلبہ پر امکانات کی نئی دنیاوا ہو جاتی ہے تو وہ اپنے بچوں کو روایتی تعلیمی نظام سے نکال کر ان اداروں میں داخل کرواتے تھے۔ دوسری جانب ان اداروں میں پہلے پہل تو مقامی زبانوں ہی کو ذریعہٴ تعلیم بنایا جاتا تھا لیکن رفتہ رفتہ یہ نصابات یورپی زبانوں میں منتقل

بڑے صغیر میں 'مفید' علم کے فروغ کا سرنامہ۔۔۔

ساجد صدیق نظامی

ہو جاتے تھے اور ان کی ساخت میں بنیادی تبدیلیاں آنا شروع ہو جاتی تھیں۔ ایک طرف ان نصابات کے ذریعے نئے علوم کو متعارف کروایا جاتا تھا تو دوسری جانب مقامی افراد کے ذہنوں کی تقلیب کا کام بھی کیا جاتا تھا۔

-----

انیسویں صدی کا آغاز ہوتے ہوتے بنگال میں بردوان، چنسورہ، سیرام پور میں مبلغین کی جانب سے مقامی تعلیمی ادارے قائم کیے جا چکے تھے۔ بردوان میں کیپٹن اسٹیورٹ کے ادارے، چنسورہ میں ریورنڈے (Rev. May) اور ریورنڈ پیئرسن (Rev. Pearson) کے اسکولز، سیرام پور میں مشنریز کے اسکول، ان مقامی تعلیمی اداروں میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔<sup>9</sup>

آنے والی ایک دہائی میں ان اداروں کی تعداد بڑھتے بڑھتے بیس سے زائد ہو چکی تھی۔ ان مبلغین میں برطانوی، جرمن، ڈینش، ولندی، فرانسیسی اور دیگر یورپی اقوام کے افراد شامل تھے۔ اس سلسلے میں نمایاں ترین موڈرب آیا جب ۱۸۱۳ء میں برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی کی نئے چارٹر کی توثیق کی گئی۔ کمپنی نے اشاعتِ تعلیم کے لیے ایک لاکھ روپے کی رقم مختص کی اور مسیحی مبلغین کو یہ اجازت ملی کہ وہ ہندوستان میں بغیر کسی رکاوٹ کے آسکتے ہیں اور تبلیغ و تعلیم و تعلم کا کام انجام دے سکتے ہیں۔ اس فیصلے کے بعد سے مبلغین کی سرگرمیوں میں گویا ایک نئی روح پھونکی گئی۔ تبلیغ کے پُر جوش کارکنوں نے نئے جذبے کے ساتھ اشاعتِ مذہب کا سلسلہ شروع کر دیا۔ نئے اسکولز کے کھلنے کی شرح یک بہ یک خاصی بڑھ گئی۔ لیکن ان اداروں کے لیے معیاری نصابات کا کوئی باقاعدہ بندوبست نہیں تھا۔

دوسری جانب انیسویں صدی کے تیسری دہائی کے آتے آتے بنگال، بہار، دکن کے ساتھ ساتھ شمالی ہندوستان بھی پوری طرح ایسٹ انڈیا کمپنی کے زیر تسلط آچکا تھا۔ آگرہ، بریلی اور دہلی میں نئے کالج قائم ہو رہے تھے اور سینکڑوں دیہاتوں اور قصبوں میں نئے اسکولز کی بنیاد رکھی جا رہی تھی۔ لیکن کمپنی ان اداروں کے لیے نصابی کتب کے تیار کرنے میں کوئی کاوش نہیں کر رہی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسیحی مبلغین کو اس میدان میں ایک طرح سے کھلی چھوٹ حاصل ہونے لگی۔ پرنا سین گپتا کے نزدیک:

While the East India Company primarily funded English-Language schooling, Protestant missionaries began publishing Bengali Bibles, Christian tracts, school books and dictionaries. The lack of state competition in Bengali schooling meant Evangelicals were able to dominate the field of formal

بڑے صغیر میں 'مفید' علم کے فروغ کا سرنامہ۔۔۔

ساجد صدیق نظامی

vernacular education in the first half of the nineteenth century through generous funding from their home committees.<sup>1\*</sup>

اگست ۱۸۱۲ء میں لندن مشنری سوسائٹی کے رابرٹ مے (Robert May) کی ہندوستان آمد سے ان سرگرمیوں کو مزید فروغ ملا۔ جون ۱۸۱۵ء تک رابرٹ مے ۱۶ اسکولز قائم کر چکے تھے جن میں تقریباً ایک ہزار مقامی طالب علم پڑھتے تھے۔ ۱۸۱۸ء میں ان کے انتقال کے وقت ان اسکولز کی تعداد ۳۶ ہو چکی تھی اور طلبہ کی تعداد ۳۰۰۰ تک پہنچ چکی تھی۔ "بردوان کے علاقے میں کیپٹن اسٹیورٹ کے قائم کردہ مدارس کی تعداد ۱۲ ہو چکی تھی اور ہر مدرسے میں سو سو طلبا پڑھتے تھے۔

اس صورت حال میں نئے قائم ہونے والے اسکولز میں پڑھانے کے لیے کسی متعینہ نصاب کی کمی نوآبادکاروں کے ذہنوں میں کھٹکتی تھی۔ ۱۸۱۳ء کے اختتام کے آس پاس بنگال میں متحرک مبلغین، مذکورہ بالا اداروں کے لیے ایک بنیادی سا نصاب تجویز کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس مجوزہ نصاب میں درج ذیل درسی کتب کے شمول کی سفارش کی گئی:

A Simple and Concise Introduction to Arithmetic

A Concise and Well-written System of Geography

A Chronological Epitome of General History

A Selection from their own book

Selection from Scripture Ethics<sup>1\*</sup>

یہ مجوزہ نصاب کسی منظم ادارے کی جانب سے تجویز نہیں کیا گیا تھا اور نہ ہی اس کے نفاذ کو کوئی باقاعدہ نظام مقرر ہوا۔ دوسری جانب نصابی کتب کی ضرورت بہر حال اسی طرح موجود رہی۔ ۱۸۱۳ء کے چارٹر ایکٹ میں تراٹیم نے مبلغین کی تعلیمی سرگرمیوں میں بہت اضافہ کر دیا اور نصابی کتب کی ضرورت بڑھنے لگی۔

انھی واقعات کے تسلسل میں ۶ مئی ۱۸۱۷ء کو فورٹ ولیم کالج میں 'نئی'، تعلیم کے فروغ کے خواہش مند ہم خیال افراد کا اجلاس بلا یا گیا اور ایک ایسی تنظیم کے قیام پر غور کیا گیا جو نوآبادکاروں اور مسیحی مبلغین کی جناب سے قائم کردہ نئے مدارس کے لیے موزوں نصابی کتب کی تیاری اور فراہمی کو یقینی بنائے۔ اس مقصد کے لیے Cheap Book-Society of Dublin کے قیام (مئی ۱۸۱۳ء) کو غور سے دیکھا گیا اور انھی بنیادوں پر ایک ایسی ہی تنظیم

بڑے صغیر میں مفید علم کے فروغ کا سرنامہ۔۔۔

ساجد صدیق نظامی

کا بنیادی خاکہ ترتیب دیا گیا۔ اس پہلے مشاورتی اجلاس کی کارروائی سوسائٹی کی پہلی سالانہ رپورٹ میں شامل نہیں کی گئی بلکہ اسے دوسری سالانہ رپورٹ میں ایک ضمیمے کی شکل میں شامل کیا گیا۔<sup>۳</sup> اس مشاورتی اجلاس میں طے کردہ سفارشات کی روشنی میں ۴ جولائی ۱۸۱ء میں کلکتہ میں کلکتہ اسکول - بک سوسائٹی، کلکتہ کا قیام عمل میں آیا۔ کلکتہ - اسکول بک سوسائٹی کی پہلی سالانہ رپورٹ میں سوسائٹی کے بارہ ضوابط مقرر کیے گئے۔ یہ ضوابط بعد کی سالانہ جائزہ رودادوں میں بھی (دو ایک ترامیم کے ساتھ) دہرائے جاتے رہے۔ پہلی سالانہ رپورٹ میں یہ ضوابط یوں درج کیے تھے:

- ۱- یہ تنظیم کلکتہ اسکول - بک سوسائٹی کے نام سے جانی جائے گی۔
- ۲- اسکولوں اور مختلف تعلیمی اداروں (Seminaries) کے لیے 'مفید' کتب کی تیاری اور طباعت، جو نہایت سستے داموں یا مفت فراہم کی جائیں۔
- ۳- مذکورہ بالا کتب کی تیاری میں مذہبی موضوعات پر کتب نہیں ہوں گی بلکہ اخلاقی موضوعات پر مشتمل کتب کی تیاری تک محدود رہا جائے گا۔ نیز اس عمل میں بھی کسی کے مذہبی جذبات کو ٹھیس نہیں پہنچائی جائے گی۔
- ۴- سوسائٹی کی توجہ اس امر کی جانب دلائی جاتی ہے کہ پہلے پہل مقامی (Native) اسکولز میں پڑھائے جانے کے لیے متعدد زبانوں (انگریزی اور دیگر ایشیائی زبانیں) میں موزوں کتب مہیا کی جائیں گی۔ بعد کو یہ کتب دیگر صوبجات میں بھی پڑھائی جاسکتی ہیں جو فورٹ ولیم پریزیڈنسی کے ماتحت ہیں۔
- ۵- اس ادارے کا انتظام کمیٹی آف مینیجرز (Committee of Managers) چلائے گی جسے ہر برس جولائی کے پہلے ہفتے میں منتخب کیا جایا کرے گا۔
- ۶- مذکورہ بالا کمیٹی ۲۴ افراد پر مشتمل ہوگی، جن میں سے ۱۶ یورپین جبکہ ۸ افراد مقامی ہوں گے۔
- ۷- وہ تمام لوگ، خواہ ان کا تعلق کسی بھی طبقے سے ہو، سوسائٹی کے اراکین میں شمار ہوں گے جو ہر سال سوسائٹی کو عطیات فراہم کریں گے۔ انھیں سوسائٹی کے سالانہ جلسے میں منتظمین کو منتخب کرنے کے لیے رائے دہی کا حق بھی دیا جائے گا اور خود بھی امیدوار ہو سکیں گے۔
- ۸- ایک یورپین ریکارڈنگ سیکرٹری (Recording Secretary)، ایک یورپین کارسپانڈنگ سیکرٹری (Corresponding Secretary)، دو مقامی سیکرٹری (Native Secretary) اور ایک خزانہ دار (Treasure) مقرر کیے جائیں گے جو بر بنائے عہدہ، منتظمین کی کمیٹی کے رکن بھی ہوں گے۔

برصغیر میں 'مفید' علم کے فروغ کا سرنامہ۔۔۔

ساجد صدیق نظامی

۹۔ معطلی حضرات کے نام اور موصول ہونے والی رقومات کا کھاتہ، ہر برس سالانہ رپورٹ کے ہم راہ شائع کیا جائے گا۔

۱۰۔ منتظمین کی کمیٹی، جب بھی حالات کا تقاضا ہو، اراکین کا عمومی اجلاس بلانے کی مجاز ہوگی۔

۱۱۔ کمیٹی کو یہ بھی اختیار ہو گا کہ وہ سالانہ مدت کے دوران خالی ہونے والی اسامیوں کو پُر کر سکے۔

۱۲۔ ملک کے جو بھی افراد، سوسائٹی کے خطوط پر، سوسائٹی کے ساتھ منسلک رہ کر اسی نوعیت کی اسکول-بک ایسوسی ایشنز قائم کریں گے، وہ لاگت کی قیمت پر کتابوں کی اپنی سالانہ رکنیت کی پوری رقم کے حق دار ہوں گے۔<sup>۱۳</sup>

منتظمین کی پہلی کمیٹی میں جو آٹھ مقامی اراکین شامل تھے، ان میں مولوی عبدالواحد اور بابو تارنی چرن بتر، مقامی سیکرٹری (Native Secretary) تھے جبکہ دیگر مقامی اراکین میں مولوی کرم حسین، مرئیٹھے و دیالا نکر، مولوی عبدالحمید، بابو رادھا کانت دیب، مولوی محمد راشد اور بابو رام کمل سین شامل تھے۔

برصغیر کے مشہور مسیحی مبلغ اور سیرام پور مشنریز کے سربر آوردہ کارکن، ولیم کیری بھی انتظامی کمیٹی کا حصہ تھے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کی نمائندگی کے لیے ولیم بٹور تھ بیلی (William Butterworth Bayley)، ایڈروڈ ہائیڈ ایسٹ (Sir Edward Hyde East) اور جان ہربرٹ ہیرنگٹن (John Herbert Harington) جبکہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے چرچ کی نمائندگی کے لیے ریورنڈ جوزف پارسن (Rev. Joseph Parson) اور ریورنڈ ٹی تھا مسن (Rev. T. Thomason) کو انتظامی کمیٹی کا حصہ بنایا گیا۔<sup>۱۵</sup>

سوسائٹی کی دوسری سالانہ رپورٹ سے پتا چلتا ہے کہ مندرجہ بالا ضوابط میں قدرے ترمیم کر کے انھیں دس تک محدود کر دیا گیا۔ سوسائٹی کے بنیادی مقاصد میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی البتہ ہیئتِ حاکمہ کا جو نقشہ پہلے چھٹی، ساتویں اور آٹھویں شق میں تجویز کیا گیا تھا، اس میں چند ایک تبدیلیاں کر دی گئیں۔

نئے ضوابط کے مطابق اب انتظامی کمیٹی کے اراکین کی تعداد ۲۵/۲۶ ہو گئی جن میں ایک صدر، چار نائب صدور اور ۲۰ اراکین شامل تھے۔ ان ۲۰ اراکین میں دس اراکین کا مقامی ہونا ضروری تھا۔<sup>۱۶</sup> گورنر جنرل ایسٹ انڈیا کمپنی، مارکوکس آف ہیسٹنگز، سوسائٹی کے سرپرست مقرر ہوئے جبکہ ولیم بٹور تھ بیلی (William Butterworth Bayley) کو صدر منتخب کیا گیا۔ انتظامی کمیٹی کے مقامی اراکین میں مولوی حیدر علی، مولوی محمد سعید، قاضی عبدالحمید، بابو رادھا کانت دیب، بابو رام کمل سین، میر طفیل علی خان اور مولوی ولایت حسین شامل

بڑے صغیر میں 'مفید' علم کے فروغ کا سرنامہ۔۔۔

ساجد صدیق نقوی

تھے۔ تین مقامی اراکین کی نشستیں خالی چھوڑ دی گئیں۔ ۱۸۳۰ء میں ایڈورڈ ریان (Sir Edward Ryan) سوسائٹی کے صدر مقرر ہوئے۔

یوں تو انتظامی کمیٹی کے دس مقامی اراکین میں ہندو مسلم ارکان کی تعداد برابر ہی رہا کرتی تھی لیکن ۱۸۳۰ء کی نویں سالانہ جائزہ رواد سے معلوم ہوتا ہے کہ انتظامی کمیٹی کے دس مقامی اراکین میں صرف دو مسلم ارکان باقی رہ گئے تھے۔ ۱۸۳۴-۳۵ء کی گیارہویں سالانہ جائزہ رواد میں آٹھ مقامی اراکان میں ایک ہی مسلم رکن باقی نظر آتا ہے۔ ۱۸۴۰ء میں شائع ہونے والی بارہویں سالانہ جائزے کی رواد میں بھی یہی صورت حال نظر آتی ہے۔ سوسائٹی کو عطیات کی مد میں ایک خطیر رقم حاصل ہو کر تھی۔ پہلی سالانہ رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے برس سوسائٹی کو ۱۳۳۳ روپے کے عطیات مختلف جگہوں سے حاصل ہوئے تھے۔ معطی حضرات کے ناموں میں انگریزوں، ہندوؤں اور مسلمانوں کے نام ملتے ہیں۔ گورنر جنرل ایسٹ انڈیا کمپنی اور ان کی اہلیہ کی جانب سے چار چار سو روپے عطیہ دیا گیا۔ دوسرے برس سوسائٹی کو وصول ہونے والے عطیات کی کل رقم ۷۸۹ روپے ۴ آنے تھی۔ ۲۰

نصابی کتب کی ترتیب آوری کے لیے ابتدائی طور پر تین زمرے قائم کیے گئے۔ جن میں بالترتیب انگریزی، بنگالی، ہندی، سنسکرت، عربی، فارسی، ہندوستانی زبانوں میں نصاب سازی کا کام کیا جانا تھا۔ مقامی طلباء کے لیے اشاعتِ تعلیم کے لیے مقامی زبانوں کا انتخاب معنی خیز نظر آتا ہے۔ ناصر عباس نیر نے اس عمل کو ایسٹ انڈیا کمپنی کی تعلیمی پالیسی کی روشنی میں یوں دیکھا ہے:

جلد ہی دیسی زبانوں کی ترقی کو سرکاری تعلیمی پالیسی کا حصہ بنا دیا گیا۔ اس پالیسی کے پس پشت ایک طرف 'مقامی اعتقادات و احساسات کو ٹھیس نہ پہنچانے' کی وہ عمومی روش کار فرما تھی جس کا مقصد دیسی لوگوں کے دلوں سے اجنبیت کا خوف دور کرنا اور ان کی ہمدردیاں حاصل کرنا تھا اور دوسری طرف یورپی علم کی ترسیل کو سرلیج اور فطری بنانا تھا۔ انگریزی زبان و ادب کی براہ راست تدریس دیسی لوگوں کو 'روشن خیال' اور 'مہذب' بنانے کے طویل المیعاد عمل کا پہلا مرحلہ تھی۔ ۲۱

بڑے صغیر میں مفید، علم کے فروغ کا سرنامہ۔۔۔

ساجد صدیق نظامی

ان تینوں زمروں میں نصابات کی تیاری کے لیے مختلف کمیٹیاں قائم کی گئیں۔ ان زبانوں میں بنگالی زبان، کیفیت و کمیت، ہر دو لحاظ سے اولیت رکھتی تھی۔ پہلے پہل سوسائٹی کی جانب سے شائع ہونے والی چھ کی چھ کتب بھی بنگالی زبان میں تھیں۔ ان کتب کے نام، موضوعات اور تعداد کی تفصیل ذیل میں دیکھی جاسکتی ہے:

- ۱۔ گنتیا کا [Arithmetic]، چنسورہ، اسکول پریس، ۱۸۹۱ء
  - ۲۔ جھوگول بریتانتا [Geography]، کلکتہ، مشن پریس، ۱۸۱۹ء (۲۰۰۰ جلدیں)
  - ۳۔ پاٹھ شالا بو شامبر [Instructions for Modelling and Conducting Schools]، ۱۸۱۹ء (۵۰۰ جلدیں)
  - ۴۔ نیبتی کتھا (۱) [Fables]، رادھا کانت دیب، ۱۸۱۹ء (۵۰۰۰ جلدیں)
  - ۵۔ نیبتی کتھا (۲) [Fables]، رادھا کانت دیب، ۱۸۱۹ء (۴۰۰۰ جلدیں)
  - ۶۔ منور نجن اتہاس [Pleasing Tales]، تارا چند دت، کلکتہ، مشن پریس، ۱۸۱۹ء
- بنگالی زبان کے ساتھ ساتھ عربی، فارسی، سنسکرت، انگریزی اور ہندوستانی زبان میں بھی تازہ مطبوعات کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ ہندوستانی زبان میں پہلے پہل ناگری اور فارسی نستعلیق خط میں چند ایک تالیفات مرتب کی گئیں۔ بعد ازاں ہندی کو الگ کر کے سنسکرت اور بنگالی کی ذیلی کمیٹی سے منسلک کر دیا گیا جبکہ ہندوستانی سے وہی زبان مراد لی گئی جو آج اردو کہلاتی ہے۔ ہندوستانی زبان کو عربی اور فارسی کی ذیلی کمیٹی میں شامل کر دیا گیا۔
- ۱۸۱۷ء میں اپنے قیام سے لے کر ۱۸۲۱ء تک سوسائٹی کی مطبوعات کی تعداد کا مختصر سا گوشوارہ یوں تیار کیا جاسکتا ہے:<sup>۲۲</sup>

تعداد	کتب	
۴۸۷۵۰	۱۶	بنگالی
۲۸۰۰	۳	انگریزی۔ بنگالی
۱۰۱۵۰	۳	ہندوستانی
۱۲۳۰۰	۵	فارسی
۱۰۰۰	۱	سنسکرت
۳۵۰۰	۲	انگریزی

ان کتب کی تعداد اشاعت دیکھتے ہوئے ان کے دائرہ کار کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

بڑھتی ہوئی 'مفید' علم کے فروغ کا سرنامہ۔۔۔

ساجد صدیق نظامی

ہندوستانی زبان / اردو میں وقتاً فوقتاً جو کتابیں تیار ہو کر سوسائٹی کی جانب سے شائع ہوتی رہیں، تعداد میں زیادہ نہیں تھیں۔ ذیل میں ایسی کتب کی ایک جامع فہرست سوسائٹی کی مختلف سالانہ جائزہ رودادوں کی مدد سے بنائی جا رہی ہے:

۱۔ قواعدِ ہندی / قواعدِ زبانِ اردو (رسالہ گلگرسٹ) ۲۔ خلاصہ علمِ ارض (جغرافیہ)

۳۔ خرد افزا (دل چسپی کے عام موضوعات) ۴۔ حکایاتِ زبانِ اردو میں، حصہ اول

۵۔ حروفِ تہجی، حصہ اول، دوم ۶۔ علمِ حساب

۷۔ مفیدِ صبیان / ہندوستانی ریڈر، حصہ اول، دوم، سوم

۸۔ سفر نامہ منگلو پارک کا (ترجمہ، افریقہ کا سفر نامہ)

۹۔ مس برڈز اٹلس (Miss Bird's Atlas)

۱۰۔ مس برڈز فلکیات (Miss Bird's Astronomy)

۱۱۔ مس برڈز جغرافیہ (Miss Bird's Geography)

ایسی کتب کی فہرست بھی بنائی جاسکتی ہے جو ذولسانی انداز پر شائع ہوتی رہیں۔ نیز ان میں چند ایک کتب ایسی بھی تھیں جو عربی۔ فارسی رسم الخط کے ساتھ ساتھ رومن حروف میں بھی شائع ہوئیں۔ ایسی کتب کی فہرست ذیل میں دیکھیے:

12. Romanized School Dictionary (English and Urdu)
13. Conversations on Chemistry (in Roman characters also)
14. Brief Account of the Solar System (in Roman characters also)
15. Sketch of Solar System on Canvas
16. Clift's Instructor (in Roman characters)
17. Idiomatic Exercises for Students
18. Thompson's Hindoostanee Guide
19. Compendium of Geography

بڑے صغیر میں مفید، علم کے فروغ کا سرنامہ۔۔۔

ساجد صدیق نظامی

اپریل ۱۸۲۱ء تک سوسائٹی کا ایسٹ انڈیا کمپنی کی انتظامیہ سے کوئی براہ راست تعلق نہیں تھا۔ مئی ۱۸۲۱ء میں کمپنی انتظامیہ نے سوسائٹی کے لیے سات ہزار روپے کی رقم خصوصی طور پر مختص کی۔ نیز پانچ سو روپے ماہانہ بھی دینے منظور کیے گئے۔ ان رقموں کے حصول کے بعد سے سوسائٹی، کمپنی انتظامیہ پر زیادہ انحصار کرنا شروع ہو گئی۔<sup>۲۳</sup> ۱۸۳۰ء کی دہائی کے آغاز میں سوسائٹی کا نصب العین، نوآباد کاروں کے اصل منہج کی جانب لوٹنے لگا۔ سوسائٹی کی انتظامیہ کو اس بات کی فکر ستانے لگی کہ مقامی زبانوں کا اور ان کے ذریعے حاصل کردہ علم مقامی طالب علموں کو کماحقہ نئے علوم سے واقف نہیں کروا سکتا۔ اگر انھیں نئے اور مفید علوم سے فائدہ اٹھانا ہے اور شعور کی روشنی حاصل کرنی ہے تو انگریزی زبان کا سہارا لیے بغیر گزارہ نہیں ہے۔

سوسائٹی کی دسویں سالانہ جائزہ روراد (۳۳-۱۸۳۲ء) میں اس مسئلے پر خاصی تفصیل سے اظہار خیال کیا گیا ہے۔ پہلے سوسائٹی کی مطبوعات میں مقامی زبانوں میں مطبوعات کے روز بروز کم ہوتے جانے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی متبادل حل کے طور پر انگریزی زبان میں کتب کی اشاعت کو مسئلے کا حل قرار دیا گیا۔ نیز مذہبی بنیادوں پر مقامی زبانوں کی تدریس کی بھی حوصلہ افزائی کی گئی۔ تجویز کیا گیا کہ اگر بنگالی طلباء انگریزی کے ساتھ کوئی زبان پڑھنے کے لیے منتخب کرنا چاہیں تو وہ سنسکرت ہونی چاہیے اور مسلم طلباء کو انگریزی کے ساتھ عربی یا فارسی پڑھنے کا مشورہ دیا گیا۔ ساتھ ہی یہ بھی فیصلہ کر دیا گیا کہ انگریزی کی تعلیم سے ان طلباء پر 'علم کے عظیم ذخائر' کا دروازہ کھل جائے گا۔ اس صورت حال کے تذکرے اور اصلاح کی تجاویز کو ان الفاظ میں ملخص کر دیا گیا:

The tide is set so strongly in favour of English, as to make it the unquestionable duty of the Society to devote their principal attention to the supplying of existing demands in this language.<sup>۲۴</sup>

سوسائٹی کے مقاصد میں ان جوہری تبدیلیوں کے بعد ۱۸۳۵ء کے آتے آتے مقامی زبانوں کی مطبوعات عام طور پر اور بنگالی زبان کی مطبوعات خاص طور پر تشویش ناک حد تک کم ہو کر رہ گئیں۔ اس امر کا موازیہ اس طور کیا جاسکتا ہے کہ ۲۳-۱۸۲۲ء میں سوسائٹی کی جانب سے ۲۶۴۵۱ جلدیں طبع کی گئیں اور اسی دورانیے میں انگریزی میں کتب کی ۱۵۰۰ جلدیں طبع ہوئیں۔ ۳۵-۱۸۳۴ء کے آتے آتے بنگالی مطبوعات کی تعداد ۹۷۵۰ تک سمٹ گئی جبکہ انگریزی کتب کی طباعت ۲۹۰۰۰ کے ہندسے کو چھونے لگی۔ یہ سلسلہ روز افزوں ہوتا گیا۔ سوسائٹی کی سالانہ جائزے کی بارہویں رپورٹ، جو ۱۸۴۰ء میں شائع ہوئی، کے مطابق مختلف زبانوں میں متفرق عنوانات کے تحت کتب کی ترسیل کی کل تعداد یوں تھی:

بڑے صغیر میں مفید، علم کے فروغ کا سرنامہ۔۔۔

ساجد صدیق نظامی

سنسکرت: ۶۲۰، بنگالی: ۲۰۳۶۳، ہندوی: ۹۶۸۳، اڑیا: ۵۵۱، عربی: ۱۱۰، فارسی: ۲۸۶۹، ہندوستانی: ۷۴۳۵،

انگریزی: ۲۹۰۵۔۲۵

باسک نے اس تمام صورت حال کو ان الفاظ میں سمیٹا ہے:

In justification of their new policy, the Committee simply pointed out the strong demand of the people for books of English, to secure 'an increase both of wealth and wisdom.'<sup>۲۶</sup>

مملکت اسکول-بک سوسائٹی کے تیار کردہ نصابات اور تجویز کردہ امتحانی نظام کی 'افادیت' جلد ہی سامنے آنا شروع ہو گئی۔ سوسائٹی کی دوسری سالانہ روداد میں بطور ضمیمہ کچھ خطوط شامل کیے گئے جو سوسائٹی کی خدمات کے اعتراف میں سوسائٹی انتظامیہ کے مختلف اراکان کو لکھے گئے تھے۔ ایک ایسے ہی خط میں ریورنڈ ٹھامسن (Rev. T. Thomason) نے سوسائٹی کے صدر کو لکھا کہ وہ برودان میں کیپٹن اسٹیورٹ کے قائم کردہ مدارس (جو تعداد میں ۱۵ تھے اور ہر مدرسے میں تقریباً ۱۰۰ مقامی طلبا تعلیم حاصل کرتے تھے) کے دورے پر گئے تھے اور وہاں کی نصابی کتب اور ان کی بنیاد پر لیے جانے والے امتحانات کے عمل کو ملاحظہ کرتے رہے۔ نئی نصابی کتب کی تعلیم اور اس کے بعد امتحانی عمل کے ملاحظات، ان کے لیے از حد مسرت افزا تھے۔ خاص طور پر جب انھوں نے دیکھا کہ بنگالی طلبا انگلستان کی حکومت کی ہیئتِ حاکمہ کو خوبی سے بیان کر رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ طلبا میں نصابی کتب میں شامل نقلیات سے حاصل ہونے والے اخلاقی اسباق کی تفہیم اور تشریح کی عملی مشق سے بھی بہت خوش ہوئے۔ لکھتے ہیں: (مکمل متن اور منتخب جملوں کا ترجمہ حواشی میں ملاحظہ کیجیے)

Having spent a few pleasant days at Burdwan, in visiting the schools established by Captain Stewart, I cannot help writing to communicate the result of my inspection. Interested as you are in the plans now going forward for the dissemination of useful knowledge among the natives, you will be delighted to hear the encouraging beginnings which have been made at Burdwan. I am more induced to write, as I can give a good report of the operations of the School-Book Society, or rather of the books published by

them for the improvement of the native schools. It was very gratifying to hear a large company of Bengalee boys explain the government of England, speak of the two houses of parliament, the army, and navy, and universities, and chief cities of United Kingdom. The most gratifying part of the examination, however, was that which consisted in the reading and questioning from the fable books... The questions are taken verbatim from the morals, printed at the ends of the fables. In giving an answer, the boy was expected to explain the example, by describing how it arose from the fable. Here the lad's skill was manifested. And it was very evident, that no plan of teaching is so amusing and instructive as the method of fables. The boy is at once entertained and edified. He is delighted to discover truth, and describe truth, in connection with what is so familiar and lively; his wits are sharpened, his language improved, and maxims of moral conduct are seized with eagerness. Now all this must be very useful: it must greatly open the understandings of youth, and do that sort of good which it is a part of School-Book Society's plan to confer on the natives of India.<sup>۲۷</sup>

مندرجہ بالا کامیابیوں کے بیان سے وہ سمجھ دار ذہنیت بہ آسانی دیکھی جاسکتی ہے جو اس نوعیت کی تنظیموں کے قیام سے مطلوب تھی۔ کہیں یہ طلب واضح طور پر عیاں ہو جاتی تھی اور کہیں بین السطور رہتی تھی لیکن ہر دو صورتوں میں اس کا اظہار ہونا لا بُد ہی تھا۔ طلباء انگلستان کی ہیئتِ حاکمہ جان رہے ہیں اور اس عمل میں غیر ملکی ہیئتِ حاکمہ کی برتری کے سبق دینے کا احساس بھی پوشیدہ ہے۔ اسی طرح نقلیات کے ذریعے نئے اخلاق کی تعلیم سے انھیں 'سچ' کا پتا چل رہا ہے۔ 'سچائی' کی دریافت اور اس کا بیان، طلباء کے ذہنی آفاق وسیع کر رہا ہے۔ یہاں تک کہ اس کی 'فہم' اور 'عقل' میں نمایاں تبدیلی واقع ہونے لگی ہے۔

اسی نوعیت کی ایک اور مثال سوسائٹی کی سالانہ رودادوں میں ایک اور جگہ بھی دیکھی جاسکتی ہے جہاں ہندوستانی زبان کے قواعد کی تعلیم کے لیے کسی موزوں کتاب کے نہ ہونے کا تذکرہ ہے۔ جان گلکرسٹ کے رسالہ کی افادیت و

بڑے صغیر میں مفید، علم کے فروغ کا سرنامہ۔۔۔

ساجد صدیق نظامی

اہمیت کی جانب اشارہ کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ ایسی کسی کتاب کا لکھا جانا بھی برطانوی دماغوں کے پر 'قرض' تھا۔ لکھا ہے: (مکمل متن حواشی میں ملاحظہ کیجیے)

It was reserved for the energies of British minds to do for the Natives of India what they could or would not do for themselves.<sup>۲۸</sup>

اسی نوعیت کی ایک اور مثال ملاحظہ ہو۔ ۴/۱۸۲۱ء کو ایسٹ انڈیا کمپنی کے گورنر جنرل کی جانب سے بھیجے گئے ایک خط میں سوسائٹی کے لیے سات ہزار ۷۰۰۰ روپے کی مالی مدد کا اعلان کیا گیا نیز ماہانہ پانچ سو ۵۰۰ روپے ماہانہ دینے کا بھی اعلان کیا گیا۔<sup>۲۹</sup> مگر اس مالی مدد کے اعلان کے ساتھ اس چٹھی میں ایک اور مختصر سی عبارت بھی درج تھی:

These feelings too are the present occasion entirely unalloyed by any objections as to the instruments and means by which the benevolent purposes of the School-Book Society are prosecuted. It appears that Europeans, Moosulmans and Hindoos are combined in the noble cause of diffusion light and information throughout this land of ignorance; and the principles on which the plans of the Society are conducted, are as unequivocally declared, as they are wisely and unexceptionably framed.<sup>۳۰</sup>

یہ عبارات اس وقت کے نو آباد کاروں اور نئی و مفید تعلیم کی اشاعت کا بیڑا اٹھانے والے طبقات کے ذہنی منطقات کو سمجھنے میں مدد دیتی ہیں جو بعد کے برسوں میں نہایت واضح ہو کر سامنے آئے۔ اس خط کے جواب میں سوسائٹی انتظامیہ کی جانب سے اس امر کا اعادہ کیا گیا کہ یہ مالی مدد، مفید علم کے پھیلاؤ میں ایک نئی روح پھونک دے گی۔<sup>۳۱</sup>

ایسے خیالات کا نقطہ عروج تھا مس میکالے کا ۲ فروری ۱۸۳۵ء کو لکھے جانے والا وہ مشہور زمانہ مکتوب ٹھہرا جس میں مشرقی اور ہندوستانی علوم و ادبیات کی توہین میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی گئی تھی۔ صرف ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

I have no knowledge of either Sanscrit or Arabic. But I have done what I could to form a correct estimate of their value. I have read translations of the most celebrated Arabic and Sanscrit works. I have conversed, both here and at

home, with men distinguished by their proficiency in the Eastern tongues. I am quite ready to take the oriental learning at the valuation of the orientalist themselves. I have never found one among them who could deny that a single shelf of a good European library was worth the whole native literature of India and Arabia. The intrinsic superiority of the Western literature is indeed fully admitted by those members of the committee who support the oriental plan of education.<sup>۳۲</sup>

کلکتہ اسکول-بک سوسائٹی کے قیام کے ساتھ ہی متعدد ایسے ادارے وجود میں آنا شروع ہو گئے جن کا بنیادی مقصد نئے تعلیمی اداروں کے لیے نصابی کتب کم قیمت پر یا بالکل مفت فراہم کرنا تھا۔ کلکتہ اسکول-بک سوسائٹی کی پہلی سالانہ رپورٹ کے ضمیمے کے طور پر ایسے کچھ اداروں کے نام اور ان کے مقاصد گنوائے گئے ہیں۔ اس ضمیمے کے مطابق ایسے اداروں میں کلکتہ ڈائوسیس کمیٹی Calcutta Diocesan Committee اور کلکتہ اسکول سوسائٹی Calcutta School Society ایسے ہی ادارے تھے۔<sup>۳۳</sup>

ابھیچیت گپتانے بھی اس نوعیت کی دو تنظیموں کے قائم ہونے کا ذکر کیا ہے جو ڈھاکہ اور مرشد آباد میں بالترتیب ۱۸۱۸ء اور ۱۸۱۹ء میں قائم کی گئیں۔<sup>۳۴</sup> ان تنظیموں کے متعلق مزید تسلی بخش معلومات کلکتہ اسکول-بک سوسائٹی کی دوسری سالانہ روداد میں نظر نواز ہوتی ہیں۔ دوسری سالانہ روداد کے مطابق ۱۱ نومبر ۱۸۱۸ء کو ڈھاکہ میں ڈھاکہ اسکول سوسائٹی Dacca School Society کا قیام عمل میں آیا۔ اس کا بنیادی مقصد to disseminate knowledge and instruction amongst the indigent class of Christian children, and to promote the establishment of native schools, in this city, and its neighbourhood بیان کیا گیا۔<sup>۳۵</sup>

۱۶ جون ۱۸۱۹ء کو مرشد آباد اور بہرام پور میں کلکتہ اسکول-بک سوسائٹی کے قیام سے تحریک پاکر بہرام پور و مرشد آباد نیٹو اسکول سوسائٹی Behrampur and Murshidabad Native School Society کا قیام عمل میں آیا۔ سوسائٹی کا نمایاں ترین مقصد مقامی طلباء کو مفید علم سے روشناس کروانا (enlightening the

برصغیر میں 'مفید' علم کے فروغ کا سرنامہ۔۔۔

ساجد صدیق نظامی

(native youth in useful knowledge) تھا۔<sup>۳۶</sup> نیز یہ بھی طے کیا گیا کہ اس عمل میں کوئی مذہبی کتاب شامل نہیں کی جائے گی۔

اسی طرح سوسائٹی کی تیسری سالانہ رپورٹ کے ایک ضمیمے سے معلوم ہوتا ہے کہ کلکتہ اسکول-بک سوسائٹی ہی کی طرز پر ۱۳ اپریل ۱۸۲۰ء کو تمہیل ناڈ کے شہر اور انگریزوں کے مضبوط گڑھ، مدراس (چنائی) میں بھی ایک ایسی ہی سوسائٹی کا قیام عمل میں آیا، جس کا نام مدراس اسکول-بک سوسائٹی رکھا گیا۔ اس تنظیم کے مقاصد عین وہی تھے جو کلکتہ اسکول-بک سوسائٹی کے تھے۔<sup>۳۷</sup> اسی رپورٹ کے ایک اور ضمیمے سے پتا چلتا ہے کہ ۱۸۲۰ء ہی میں بمبئی (ممبئی) میں بمبئی نیو اسکول اینڈ اسکول-بک سوسائٹی Bombay Native School and School-Book Society کی بھی بنیاد رکھی گئی تھی۔<sup>۳۸</sup> اسی تسلسل میں ۱۸۲۱ء میں کلکتہ اسکول-بک سوسائٹی ہی کی طرز پر ملائیشیا کے ساحلی علاقے پینانگ میں پینانگ اسکول-بک سوسائٹی کی بنیاد رکھی گئی۔<sup>۳۹</sup>

یہ مضمون اختصار کے ساتھ کلکتہ اسکول-بک سوسائٹی کے قیام، اس کے پس منظر میں موجود محرکات، اغراض و مقاصد اور اثرات سے بحث کرتا ہے۔ اردو میں ابھی تک جامعیت کے ساتھ برصغیر میں نوآبادیاتی عہد کے آغاز میں تعلیم کی اشاعت کی تاریخ کا بالعموم جائزہ نہیں لیا گیا ہے۔ چند ایک مترجمہ کتب اور بکھرے ہوئے چند کام ہی اس ضمن میں ہماری کفایت کرتے ہیں۔ بالخصوص انیسویں صدی میں برصغیر میں تعلیم کی اشاعت کے حوالے سے ایسٹ انڈیا کمپنی کی انتظامیہ کی موزوں حکمت عملی طے کرنے کے حوالے سے کی جانے والی خط کتابت اور دفتری مراسلت کا بھی اردو میں منتقل ہونا علیحدہ توجہ کا متقاضی ہے۔ اسی طرح ایسی سرکاری و نیم سرکاری، نیز حکومتی مالی امداد پر چلنے والی تنظیموں اور اداروں کی کارکردگی پر بھی تحقیق ہونا ضروری ہے جو نوآبادکاروں کی تعلیمی حکمت عملی کے معاون تھے۔ یہ مضمون بھی اسی سلسلہ تحقیق کی ایک کڑی ہے۔

### حوالہ جات:

- ۱- نور اللہ سید، جے پی نانک، تاریخ تعلیم ہند، مترجمہ مسعود الحق (نئی دہلی: نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا، ۱۹۷۳ء)، ۱۱۔
- ۲- این۔ ایل۔ باسک [N. L. Basak]، History of Vernacular Education in Bengal (1800-1854) (کلکتہ: بھارتی بک اسٹال، ۱۹۷۳ء)، ۶۳۔
- ۳- نور اللہ سید، جے پی نانک، تاریخ تعلیم ہند، ۶۲۔
- ۴- این۔ ایل۔ باسک [N. L. Basak]، History of Vernacular Education in Bengal (1800-1854) (کلکتہ: بھارتی بک اسٹال، ۱۹۷۳ء)، ۲۱۶۔

بڑھتی ہوئی 'مفید' علم کے فروغ کا سرنامہ۔۔۔

ساجد صدیق نظامی

- ۵۔ <https://www.britannica.com/topic/education/The-spread-of-Western-educational-practices-to-Asian-countries#accordion-article-cont> (Accessed: Jan 25, 2024)
- ۶۔ نور اللہ سید، جے پی نائک، تاریخ تعلیم ہند، ۶۲
- ۷۔ این۔ ایل۔ باسک [N. L. Basak]، History of Vernacular Education in Bengal (1800-1854)، ۱۵۰۔
- ۸۔ پرناسین گپتا [Parna Sengupta]، Pedagogy for Religion (Missionary Education and the Fashioning of Hindus and Muslims in Bengal) (لندن: یونیورسٹی آف کیلیفورنیا پریس لمیٹڈ، ۲۰۱۱)، ۳۴۔
- ۹۔ این۔ ایل۔ باسک [N. L. Basak]، History of Vernacular Education in Bengal (1800-1854)، ۱۵۸۔
- ۱۰۔ پرناسین گپتا [Parna Sengupta]، Pedagogy for Religion (Missionary Education and the Fashioning of Hindus and Muslims in Bengal) (لندن: یونیورسٹی آف کیلیفورنیا پریس لمیٹڈ، ۲۰۱۱)، ۳۴۔
- ۱۱۔ ابھیجیت گپتا [Abhijit Gupta]، "The Calcutta School-Book Society and the Production of Knowledge"، مشمولہ English Studies in Africa، جلد ۵، شمارہ (۲۰۱۳)، ۵۶۔
- ۱۲۔ ایضاً۔
- ۱۳۔ اسکول-بک سوسائٹی، ۱۸۱۹ء، ۷۱ تا ۷۳۔
- ۱۴۔ The First Report of the Calcutta School-Book Society (کلکتہ: کلکتہ اسکول-بک سوسائٹی، ۱۸۱۸ء)، vi-۷۔
- ۱۵۔ ایضاً، vii۔
- ۱۶۔ The Second Report of the Calcutta School-Book Society Proceedings، vii۔
- ۱۷۔ ایضاً، xiii۔
- ۱۸۔ The Ninth Report of the Calcutta School-Book Society's Proceedings، Thirteenth and Fourteenth Years، 1830-31 (کلکتہ: کلکتہ اسکول-بک سوسائٹی، ۱۸۳۲ء)، ص ۳۔
- ۱۹۔ The Eleventh Report of the Calcutta School-Book Society's Proceedings، Seventeenth and Eighteenth Years، 1834-35 (کلکتہ: کلکتہ اسکول-بک سوسائٹی، ۱۸۳۶ء)، xi۔
- ۲۰۔ The Second Report of the Calcutta School-Book Society Proceedings، ۱۱۰۔
- ۲۱۔ ناصر عباس نیر، مابعد نوآبادیات: اردو کے تناظر میں (کراچی: اوکسفورڈ یونیورسٹی پریس، ۲۰۱۳ء)، ۶۹۔
- ۲۲۔ The Fourth Report of the Calcutta School-Book Society's Proceedings، پورٹ۔
- ۲۳۔ این۔ ایل۔ باسک [N. L. Basak]، History of Vernacular Education in Bengal (1800-1854)، ۱۶۲۔

بڑے صغیر میں مفید، علم کے فروغ کا سرنامہ۔۔۔

ساجد صدیق نظامی

The Tenth Report of the Calcutta School-Book Society's Proceedings, Fifteenth and Sixteenth Years, ۲۴-۱۸۳۲-۳۳

(کلکتہ: کلکتہ اسکول-بک سوسائٹی، ۱۸۳۰ء) ۱۳-ترجمہ ملاحظہ ہو:

عمومی رجحانات انگریزی زبان کے حق میں اس قدر مضبوط ہیں کہ سوسائٹی کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ اصولی طور پر اپنی توجہ اس زبان کے لیے موجود ضرورتوں کی فراہمی پر مرکوز کرے۔

The Fifth Report of the Calcutta School-Book Society's Proceedings, Fifth and Sixth Years, ۲۵-۱۸۲۲-۲۳

(کلکتہ: کلکتہ اسکول-بک سوسائٹی، ۱۸۲۳ء) ۳۵-

The Eleventh Report of the Calcutta School-Book Society's Proceedings, Seventeenth and Eighteenth

Years, ۱۸۳۴-۳۵ (کلکتہ: کلکتہ اسکول-بک سوسائٹی، ۱۸۳۶ء) ۳۲-

The Twelfth Report of the Calcutta School-Book Society's Proceedings, Nineteenth to Twenty-Second

Years, ۱۸۳۶-۳۹ (کلکتہ: کلکتہ اسکول-بک سوسائٹی، ۱۸۳۰ء) ۳۶-

۲۶- این۔ ایل۔ باسک [N. L. Basak]، History of Vernacular Education in Bengal (1800-1854)، ۱۷۲-۱۷۳

ترجمہ:

اپنی نئی پالیسی کے جواز فراہم کرنے کے لیے، کمیٹی نے انگریزی کی کتابوں کے لیے لوگوں کے پُر زور مطالبے کی طرف توجہ دلائی تاکہ 'دولت اور دانائی دونوں میں اضافے' کو یقینی بنایا جائے۔

۲۷- The Second Report of the Calcutta School-Book Society Proceedings، ۸۰-۸۱-

مکمل متن ملاحظہ ہو: (نمایاں نکات پر مبنی فقرے جلی حروف میں درج کیے گئے ہیں)

Having spent a few pleasant days at Burdwan, in visiting the schools established by Captain Stewart, I cannot help writing to communicate the result of my inspection. Interested as you are in the plans now going forward for the dissemination of useful knowledge among the natives, you will be delighted to hear the encouraging beginnings which have been made at Burdwan. I am more induced to write, as I can give a good report of the operations of the School-Book Society, or rather of the books published by them for the improvement of the native schools.

It was very gratifying to hear a large company of Bengalee boys explain the government of England, speak of the two houses of parliament, the army, and navy, and universities, and chief cities of United Kingdom.

The most gratifying part of the examination, however, was that which consisted in the reading and questioning from the fable books... The questions are taken verbatim from the morals, printed at the ends of the fables. In giving an answer, the boy was expected to explain the example, by describing how it arose from the fable. Here the lad's skill was manifested. And it was very evident, that no plan of teaching is so amusing and instructive as the method of fables. The boy is at once entertained and edified. He is delighted to discover truth, and describe truth, in connection with what is so familiar and lively; his wits are sharpened, his language improved, and maxims of moral conduct are seized with eagerness. Now all this must be very useful: it must greatly open the understandings of youth, and do (۲۷) that sort of good which it is a part of School-Book Society's plan to confer on the natives of India.

جلی حروف میں درج جملوں کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

بڑے صغیر میں 'مفید' علم کے فروغ کا سرنامہ۔۔۔

ساجد صدیق نظامی

بگالی طلبا کی ایک بڑی جماعت سے یہ سننا بہت خوش کن تھا کہ وہ انگلستان کی حکومت کی تفصیل بتاتے ہیں، پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں، بڑی فوج اور بحریہ، جامعات اور سلطنت انگلشیہ کے بڑے شہروں کے بارے میں بات کرتے ہیں۔۔۔ (نقلیات کے اخلاقی سبق سیکھ کر) طالب علم سچائی کو دریافت اور بیان کر کے بہت خوش نظر آتا ہے اور اس تعلق سے جو بہت مانوس اور زندہ دل ہے۔ اس کی حس ذکاوت بہتر ہوئی ہے، طرز بیان پہلے سے بہتر ہے اور وہ بے تابانہ طور پر اخلاق و کردار کی بلندی تک پہنچ گیا ہے۔

۲۸۔ The First Report of the Calcutta School-Book Society ۱۵۰-۱۶۱۔

متعلقہ عبارت کا مکمل متن یوں ہے:

That the acquisition of the principles of any language should be contemned or neglected because it may be the Rozmurrh or vernacular dialect, is not what we should expect to find among a reflecting and in some measure a reading people. It is not here asserted that this is the sole reason why the Hindoostanee is not studied grammatically, but such a notion would seem to have had considerable tendency thereto, as is confessed by some Moosulmans themselves. With slight modifications this language is spoken wherever they are found from Lahowr to Huydurabad; and although many a poet has sung through its medium, yet its grammatical principles have never been defined by the natives of India, and are often not understood by those who have spoken nothing else from their infancy.

Without stopping to enquire further into the causes of this neglect, the result is such as might have been expected--- a lamentable deficiency of elementary compositions to facilitate the acquisition of the Hindoostanee language.

It was reserved for the energies of British minds to do for the Natives of India what they could or would not do for themselves. In the successful attempts of the indefatigable (Professor) Gilchrist to promote the study of the Hindoostanee among his own countrymen, he did neglect the native scholars of this country; but endeavored to give them the opportunity of studying the conformation of this useful Quwaidi tongue, agreeably to the Asiatic method, by preparing a short compendium, called the Hindee, (or more commonly the Risaluh Gilchrist) with an appendix--- (Quwaneeni Imlae Rekhtuh), both confined to inflexion and orthography, making a thin octavo manuscript.

۲۹۔ The Fourth Report of the Calcutta School-Book Society's Proceedings, Fourth Year, 1820-21 (کلکتہ: کلکتہ اسکول-بک سوسائٹی، ۱۸۲۱ء) ۱۲۔

۳۰۔ ایضاً، ۱۱۔ ترجمہ ملاحظہ ہو:

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یورپین، مسلمان اور ہندو، جہالت سے بھری اس سرزمین پر روشنی اور معلومات کے پھیلاؤ کے عظیم مقصد میں ایک ہیں۔ نیز جن اصولوں پر سوسائٹی کے منصوبے ترتیب پاتے ہیں، جتنے دانشمند اند اور غیر معمولی انداز پر وضع کیے گئے ہیں، اتنے ہی واضح بیان بھی کیے گئے ہیں۔

۳۱۔ ایضاً، ۱۳۔

۳۲۔ پرمود ناٹر [Pramod K. Nayar] (مرتب) Colonial Education in India, 1781-1945, Vol. I. (نیویارک: زوٹ لیج، ۲۰۲۰ء)، ۵۷۔ ترجمہ ملاحظہ ہو:

میں سنسکرت یا عربی کا کوئی علم نہیں رکھتا لیکن ان زبانوں کی قدر کا صحیح اندازہ کرنے کے لیے جو کچھ کیا سکتا تھا، میں نے وہ کیا ہے۔ میں نے عربی اور سنسکرت کے بہت معروف شاہکاروں کے تراجم پڑھے ہیں۔ میں نے یہاں اور انگلستان، دونوں جگہ پر، مشرقی زبانوں میں مہارت رکھنے والوں سے تبادلہ

- برصغیر میں 'مفید' علم کے فروغ کا سرنامہ۔۔۔  
 ساجد صدیق نظامی  
 خیال کیا ہے۔ میں مستشرقین کی تعیین قدر کی روشنی میں مشرقی تعلیم اپنانے کے لیے بالکل تیار ہوں۔ لیکن مجھے ان میں سے کوئی ایسا نہیں ملا جو اس بات سے انکار کر سکے کہ ایک اچھی یورپی لائبریری کا محض ایک خانہ، ہندوستان اور عرب کے تمام ادب سے برتر مقام رکھتا تھا۔
- ۳۳۔ The First Report of the Calcutta School-Book Society، ۱۸۲۱ء۔
- ۳۲۔ اکتھیت گپتا [Abhijit Gupta]، "The Calcutta School-Book Society and the Production of Knowledge"، ۵۷ء۔
- ۳۵۔ The Second Report of the Calcutta School-Book Society Proceedings، ۷۷ء۔
- ۳۶۔ ایضاً، ۷۹ء۔
- ۳۷۔ The Third Report of the Calcutta School-Book Society's Proceedings، Third Year، 1819-20 (کلکتہ: کلکتہ اسکول-بک سوسائٹی، ۱۸۲۰ء) ص ۵۴
- ۳۸۔ ایضاً، ۶۶ء۔
- ۳۹۔ The Fourth Report of the Calcutta School-Book Society's Proceedings، ۲۱ء۔

## مآخذ:

- Basak, N. L. History of Vernacular Education in Bengal (1800-1854). Calcutta: Bharati Book Stall, 1974.
- Gupta, Abhijit. "The Calcutta School-Book Society and the Production of Knowledge". English Studies in Africa, 57:1, 2014, pp. 55-65.
- Johnston, Anna. Missionary Writing and Empire, 1800-1860. Cambridge, Cambridge University Press, 2003.
- Lushington, Charles. The History, Design and Present State of the Religious, Benevolent and Charitable Institutions, founded by the British in Calcutta and its Vicinity. Calcutta, Hindostani Press, 1824.
- Nayar, Pramod K. Colonial Education in India 1781-1945, Vol. I. New York: Routledge, 2020.
- Nayyar, Nasir Abbas. Ma Ba'ad NauAbadiyat: Urdu k Taanzur main. Karachi: OUP, 2013.
- Nayyar, Nasir Abbas. Saqafati Shanakht aur Estemari Ijarahdari. Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2014.
- Neill, Stephen. A History of Christianity in India 1707-1858. Cambridge, Cambridge University Press, 1985.
- Sengupta, Parna. Pedagogy for Religion (Missionary Education and the Fashioning of Hindus and Muslims in Bengal). London: University of California Press Ltd., 2011.
- The Eighth Report of the Calcutta School-Book Society's Proceedings, Eleventh and Twelfth Years, 1828-29. Calcutta: CSBS, 1830.
- The Eleventh Report of the Calcutta School-Book Society's Proceedings, Seventeenth and Eighteenth Years, 1834-35. Calcutta: CSBS, 1836.
- The Fifth Report of the Calcutta School-Book Society's Proceedings, Fifth and Sixth Years, 1822-23. Calcutta: CSBS, 1823.
- The First Report of the Calcutta School Book Society. Calcutta: CSBC, 1818.
- The Fourth Report of the Calcutta School-Book Society's Proceedings, Fourth Year, 1820-21. Calcutta: CSBS, 1821.
- The Ninth Report of the Calcutta School-Book Society's Proceedings, Thirteenth and Fourteenth Years, 1830-31. Calcutta: CSBS, 1832.
- The Second Report of the Calcutta School Book Society Proceedings, Second Year, 1818-19. Calcutta: CSBS, 1819.
- The Seventh Report of the Calcutta School-Book Society's Proceedings, Eighth and Ninth Years, 1826-27. Calcutta: CSBS, 1828.
- The Seventh Report of the Calcutta School-Book Society's Proceedings, Eighth and Ninth Years, 1826-27. Calcutta: CSBS, 1828.
- The Sixth Report of the Calcutta School-Book Society's Proceedings, Sixth and Seventh Years, 1824-25. Calcutta: CSBS, 1825.

The Tenth Report of the Calcutta School-Book Society's Proceedings, Fifteenth and Sixteenth Years, 1832-33. Calcutta: CSBS, 1834.

The Third Report of the Calcutta School-Book Society's Proceedings, Third Year, 1819-20. Calcutta: CSBS, 1820.

The Twelfth Report of the Calcutta School-Book Society's Proceedings, Nineteenth to Twenty-Second Years, 1836-39. Calcutta: CSBS, 1840.

Tiberondwa, Ado K. Missionary Teachers as the Agents of Colonialism, a Study of their Activities in Uganda, 1877-1925. Kampala, Fountain Publishers Ltd., 1998. 2nd Edition.

### **Abstract**

Along with the emergence of EIC in Bengal, Calcutta had become a stronghold of 'colonial enlightenment' in India. Although EIC's administration didn't want to take the responsibility of spreading the education at the grassroots. On the other hand, missionaries from various European missions were very enthusiastic and had a keen concern on this point. That's why missionaries started to set up the parallel education system in Bengal at the end of the 18th century. They established new schools of different kinds but they had to confront the lack of syllabus books. As a consequence of this process, Calcutta School-Book Society was constituted in 1817 to prepare and print the schools' syllabus.

This article covers the early history of the Calcutta School-Book Society and holds a special study of this process.

**Keywords:** Calcutta School-Book Society, Missionaries, Colonial Education in India, 'Useful' Knowledge, Colonialism.